بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بلاتحقیق اظہار خیال —ایک سماجی برائی

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر مختلف صلاحیتیں رکھی ہیں، یہ صلاحیتیں جسم کے مختلف اعضاء پر تقسیم کردی گئی ہیں اور یہ انسان کے لئے معلومات کے حصول کا نہایت اہم اور موثر ذریعہ ہیں، کان سنتا ہے، آنکھیں دیکھتی ہیں، زبان چکھتی ہے، ہاتھ کے بشمول تقریباً پورے جسم میں کم وبیش یہ صلاحیت رکھی گئی ہے کہ وہ چیزوں سے اتصال کے ذریعہ ان کے بارے میں محسوس کرتی ہے اور ناک کے اندر چیزوں کے سونگھنے کی صلاحیت ہے، ان ہی کو فلاسفہ ''حواسِ خمسہ ظاہرہ'' کہتے ہیں، کان کے سوا یہ جتنے اعضاء ہیں، ان کی معلومات براہ راست ہوتی ہے؛ اس لئے عام طور پر ان میں غلطی کا امکان کم ہوتا ہے، سوائے اس کے کہ انسان مریض یا معذور ہو یا کسی وجہ سے اس کی وہ صلاحیت کمزور پڑ گئی ہو؛ لیکن انسان کی سماعت میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ جیسے زبان میٹھے اور کھارے، ناک خوشبو اور بدبو، آنکھ سیاہ وسفید اور ہاتھ گرم وٹھنڈے میں امتیاز کر لیتے ہیں، وہ سچ اور جھوٹ اور درست و نادرست کے درمیان اپنے آپ فرق کرلے اور نہ ایسا ہے کہ سچی بات کہی جائے تو کان کھلے رہیں اور جھوٹی بات کہی جائے تو کان آپ سے آپ سننا چھوڑ دیں۔

اسی لئے انسان کو ہدایت کی گئی ہے کہ جب وہ کوئی بات سنے تو پہلے تحقیق کرے اور تحقیق کے بعد اس کے ماننے اور نہ ماننے کا فیصلہ کرے، جیسے ہر زرد چیز سونا نہیں ہوتی اور جیسے ہر پھول خوشبودار نہیں ہوتا، اسی طرح ہر سنی ہوئی بات اس لائق نہیں ہوتی کہ انسان اسے قبول کرلے اور اسے دوسروں تک پہنچانا شروع کردے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ﴾ (الحجرات:٦)

''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی غیر معتبر شخص کوئی خبر لائے تو اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ ناواقفیت کی وجہ سے تم کسی گروہ کو تکلیف پہنچادو اور پھر اپنے کئے ہوئے پر شرمسار ہونے کی نوبت آجائے''

معلوم ہوا کہ تحقیق کا پہلا معیار یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ خبر دینے والا کس حد تک بھروسہ کے لائق ہے؟ اگر وہ بھروسہ کے لائق نہ ہو، تب بھی یہ نہ ہونا چاہئے کہ اس کی اطلاع کو بالکل ہی قابلِ توجہ نہ سمجھا جائے؛ کیوں کہ بعض دفعہ جھوٹے بھی سچ بولتے ہیں اور نہ یہ ہونا چاہئے کہ اسے بغیر تحقیق کے قبول کرلیا جائے، قرآن مجید میں ''تبین'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، عربی گرامر کے لحاظ سے اس کے معنی ''مناسب اور معیاری تحقیق'' کے ہیں، اس کے بعد ہی اس خبر کو قبول کرنا چاہئے۔

تحقیق کا دوسرا معیار انسان کی وہ صلاحیتیں ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے معلومات کے حاصل کرنے کے لئے دی ہیں، جیسے ایک شخص ایسی بات کہہ رہا ہے، جو مشاہدہ کے خلاف ہے، تو اسے تسلیم نہیں کیا جاسکتا، —تحقیق کے لئے ایک تیسرا معیار انسان کی عقل بھی ہے، عقل انسان کی ایسی متاع ہے کہ اس کے ذریعہ وہ اَن دیکھی اور اَن سنی یہاں تک کہ اَنجانی چیزوں کے بارے میں بھی رائے قائم کرنے کا اہل ہوجاتا ہے، دوسری مخلوقات کے مقابلہ یہ صلاحیت اس کو امتیازی شان عطا کرتی ہے اور دنیا میں علم وسائنس کی ترقی کے جو مظاہر نظر آتے ہیں، وہ عقل ہی کا کرشمہ ہے، اگر کوئی انسان ایسی بات کہہ رہا ہو، جو عقل کے متواتر تجربہ کے خلاف ہے تو اسے تسلیم نہیں کیا جاسکتا، یہاں تک کہ محدثین نے کسی روایت کے بے اصل ہونے کے جو معیارات مقرر کئے ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ مشاہدہ یا عقل کے خلاف ہو۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ بعض دفعہ معتبر لوگوں کے بیان میں بھی غلطی ہوتی ہے، یہ غلطی دانستہ نہیں ہوتی، نادانستہ ہوتی ہے؛ اس لئے بہت سی دفعہ خبر دینے والا فاسق و نامعتبر نہ ہو، تب بھی تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے، خود رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بعض ایسی مثالیں موجود ہیں کہ منافقین

نے ایک خبر پھیلائی، یہ خبر اس قدر دہرائی اور عام کی گئی اور اس کا زیادہ سے زیادہ چرچا کیا گیا کہ سادہ لوح مخلص مسلمان بھی غلط فہمی میں پڑ گئے اور وہ بھی اس خبر کو دہرانے لگے، یہاں تک کہ خود قرآن مجید میں اس کی تردید نازل ہوئی؛ اس لئے نا معتبر شخص کی خبر تو قابل تحقیق ہوتی ہی ہے، بعض اوقات معتبر اور قابلِ بھروسہ لوگوں کی اطلاعات بھی تحقیق طلب ہوتی ہیں۔

جب تک کسی بات کی تحقیق نہ ہو جائے، اس کے بارے میں مسلمانوں کا کیا رویہ ہونا چاہئے؟— رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلہ میں بھی ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک تحقیق نہ ہو جائے، اس بات کو دوسروں سے نقل نہ کیا جائے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو نقل کرنے لگے: ''**كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع**'' (**صحیح مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع**، حدیث نمبر: ۷)— یہ بڑی اہم ہدایت ہے، افسوس کہ ہمارے معاشرہ میں یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ لوگ سنی سنائی باتیں بلا تحقیق نقل کرتے چلے جاتے ہیں اور عام لوگ ہی نہیں، اچھے خاصے پڑھے لکھے بہ ظاہر دیندار لوگ بھی اس سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے؛ بلکہ بعض لوگ تو ڈھال کے طور پر ''دروغ بر گردن راوی'' (جھوٹ کا وبال مجھ سے نقل کرنے والے کی گردن پر) یا ''نقلِ کفر کفر نہ باشد'' (کفریہ بات کا نقل کرنا کفر نہیں ہے) جیسے فقرے کہہ کر اپنے آپ کو بریٔ الذمہ ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں؛ حالاں کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق جھوٹی بات تو کجا، جس بات کی تحقیق نہ ہو، اس کو نقل کرنا بھی جھوٹ میں شامل ہے۔

سماج میں بہت سے اختلافات، جھگڑے، لوگوں کی بے آبروئی اور ہتکِ عزت اسی طرز عمل کا نتیجہ ہوتی ہے کہ بلا تحقیق سنی سنائی باتوں کو نقل کر دیا اور بعض حضرات کو تو نقل کرنے سے تشفی نہیں ہوتی؛ اس لئے وہ اسی کی بنیاد پر اپنے فیصلے بھی فرما دیتے ہیں، یہ آزادروی اس وقت ''کریلا نیم چڑھا'' بن جاتی ہے، جب شریعت کے احکام کے بارے میں بھی لوگ رائے زنی کرنے لگتے ہیں، اسی طرح کا ایک واقعہ ابھی چند دنوں قبل پیش آیا، جس کی گونج ہندوستان سے پاکستان تک سنی گئی، وہ ہے شعیب ملک اور ثانیہ مرزا کے نکاح کا مسئلہ، نکاح زندگی ایک نجی واقعہ ہوتا ہے، مگر ایک تو دو ایسے مرد و عورت کا نکاح جو بہ حیثیت کھلاڑی پوری دنیا میں اپنا ریکارڈ رکھتے ہوں اور شہرت کے اوجِ کمال پر ہوں اور پھر اس میں تیسرے فریق کی مداخلت اور ادعاء، اس نے معاملہ کو ذرائع ابلاغ کے لئے نہایت دلچسپی کا موضوع بنا دیا، ان چند دنوں میں حالاں کہ بعض بڑے اہم واقعات پیش آئے؛ لیکن ذرائع ابلاغ کو ان میں وہ لطف نہیں آیا، جو اس سنسنی خیز واقعہ میں آرہا تھا؛ اسی لئے اُن کو وہ اہمیت نہیں دی گئی، جب کہ اس واقعہ کو کچھ اس طرح پیش کیا گیا کہ گویا اس وقت پوری دنیا کے لئے سب سے اہم مسئلہ یہی ہے اور اس کے نتیجہ سے ساری انسانیت کی فلاح یا نقصان متعلق ہے، حقیقت یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کا یہ غیر تعمیری، نامعقول اور سستی مقبولیت کے حصول کی کوشش صحافت کے ساتھ کھلواڑ ہے۔

اس معاملہ میں جو نزاع پیدا ہوئی، اسی میں سچائی کیا ہے؟ یہ ابھی تک تشنۂ تحقیق ہے؛ لیکن سیاسی لیڈروں سے لے کر مذہبی قائدین تک مختلف شخصیتوں نے اس بے تحقیق معاملہ پر اظہار رائے میں بڑی فیاضی سے کام لیا، یہاں تک کہ جن لوگوں کو اسلامی شریعت کے بارے میں کچھ پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا، یا ان کی معلومات نہایت ابتدائی درجہ کی ہیں، انہوں نے بھی خالص شرعی مسائل کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرنے میں قطعاً تکلف سے کام نہیں لیا، ٹی وی پر بھی اور اخبارات میں بھی۔

ایسے موقعہ پر صحیح رویہ یہ ہے کہ لوگ کہہ دیں کہ یہ ایک نجی مسئلہ ہے، جو لوگ اس معاملہ سے متعلق ہیں، انہیں اس کے بارے میں شریعت کے علماء سے فتویٰ حاصل کر لینا چاہئے اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے، اگر ملت کے نمائندہ حضرات اس طرح اپنی بات کہہ دیتے تو ذرائع ابلاغ کے لئے خواہ مخواہ اس موضوع کو پھیلانے کی نوبت ہی نہیں آتی، راقم الحروف سے متعدد انگریزی اخبارات اور الکٹرانک میڈیا کے لوگوں نے خواہش کی کہ میں اس پر اظہار خیال کروں؛ لیکن میں نے سبھوں سے ایک ہی بات کہی کہ متضاد دعوے ہیں اور میں حقیقی واقعات سے واقف نہیں ہوں؛ اس لئے جب تک فریقین سے میں خود صورتِ حال کو سن نہ لوں، میں اس پر کوئی اظہارِ خیال کرنا نہیں چاہتا، نیز ویسے بھی یہ ایک نجی مسئلہ ہے، خواہ مخواہ لوگوں کو دوسروں کے گھروں میں جھانکنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

ایک رجحان ہمارے یہاں یہ بھی پیدا ہو گیا ہے کہ خواہ کوئی بھی مسئلہ ہو، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کو اس پر اظہار خیال کرنا چاہئے؛ بلکہ

آگے بڑھ کر اس کو حل کرنے کی کوشش بھی کرنی چاہئے؛ حالاں کہ بورڈ کا مقصد مختلف افراد کے باہمی نزاعات کو طے کرنا نہیں، اس کے لئے دار القضاء اور شرعی پنچایت کا نظام موجود ہے، بورڈ کا بنیادی کام حکومت اور عدالتوں کی جانب سے قانونِ شریعت میں مداخلتوں کو روکنا ہے، امت کے دوسرے مسائل اس کے دائرہ کار سے باہر ہیں اور ان کو حل کرنے کے لئے بہت سی ملی تنظیمیں موجود ہیں، اگر بورڈ ہر کام کو اپنے ہاتھ میں لینے لگے تو ملتِ اسلامیہ کے اس واحد متحدہ پلیٹ فارم کا شیرازہ بھی بکھر کر رہ جائے گا؛ اس لئے نہ بورڈ کے لئے ایسے مسائل میں دخل دینا مناسب ہے، نہ یہ اس کی پالیسی ہے اور نہ لوگوں کو اس کی امید رکھنی چاہئے۔

اس دوران ٹیلیفون پر نکاح کا مسئلہ زیر بحث بھی آ گیا، بعض حضرات نے کہا کہ فون پر نکاح ہو جاتا ہے، بعض نے کہا کہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، بعض حضرات کی طرف منسوب یہ بیان بھی آیا کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ فون پر نکاح کو روکنے کی کوشش کرے گا، یہ ساری باتیں وہ ہیں، جو تحقیق کے بغیر کہی گئی ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ علماء اس مسئلہ سے ناواقف یا بے خبر ہیں، نکاح ایک فریق کی پیشکش اور دوسرے فریق کے قبول کرنے سے منعقد ہوتا ہے، اسی کو فقہ کی اصطلاح میں ''ایجاب وقبول'' کہتے ہیں، فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول کا ہونا اور اسی مجلس میں دو گواہوں کا اس کو سننا ضروری ہے، اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ فون پر ایجاب وقبول معتبر نہیں؛ کیوں کہ اس صورت میں ایجاب کرنے والے، قبول کرنے والے اور ایجاب وقبول کو سننے والے گواہوں کی ایک مجلس نہیں ہو پائے گی، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے تیرھویں سیمینار منعقدہ ملیح آباد (لکھنؤ) میں ملک بھر کے علماء اور ارباب افتاء کے اتفاق رائے سے یہی بات طے کی ہے۔

لیکن اس بات کی گنجائش ہے کہ ایک شخص فون یا انٹرنیٹ یا خط یا کسی اور ذریعہ سے دوسرے شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنائے، وکیل اس کی طرف سے نکاح کا ایجاب کرے یا قبول کرے، نیز اس وقت دو گواہان موجود ہوں تو اس طرح نکاح منعقد ہو جائے گا، اس کی مثال خود رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں موجود ہے، رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو اس وقت وہ حبشہ میں تھیں، آپ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو دو گرامی نامے لکھے اور انہیں عمرو بن امیہ کے ہاتھ بھیجا، ایک گرامی نامہ میں ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور دوسرے گرامی نامہ میں انہیں آپ ﷺ نے نکاح کا وکیل بنایا تھا؛ چنانچہ نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ سے نکاح کر دیا، ایک گراں قدر مہر مقرر کیا اور آپ ﷺ کی طرف سے ان کا مہر بھی ادا کر دیا، امام ابوحنیفہؒ کے ممتاز شاگرد امام محمد نے اسی واقعہ سے غائبانہ نکاح پر استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے: المحیط البرہانی: ۴/۸۳، کتاب النکاح، فصل: ۱۲)۔

غرض کہ ایسے واقعات میں خواہ مخواہ اظہار خیال اور اٹکل پر رائے دینے سے بچنا چاہئے اور اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ ذرائع ابلاغ ایسے مسائل کو مسلمانوں کی بے آبروئی، مسلم سماج کی غلط تصویر کشی اور امت اسلامیہ کی تذلیل ورسوائی کا ذریعہ نہ بنالیں۔

سوشل میڈیا ڈیسک آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

مزید اہم موضوعات پر اکابرین بورڈ کے گراں قدر مضامین حاصل کرنے کے لیے اپنا نام اور پتہ اس نمبر پر ارسال کریں۔ 9834397200